بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہری پور سنٹرل جیل سے ایک خط

از شفیق فاروقی

——— آج ہری پور سنٹرل جیل میں جناب ایڈیٹر الحق کے ساتھ گرفتار ہوتے ہمارا باون ۵۲ واں دن ہے۔ قارئین الحق نے گذشتہ پرچہ کے نقش آغاز کے صفحہ پر مولانا کی گرفتاری کے نتیجہ میں نقش آغاز سے محرومی کا بڑی شدت سے احساس کیا ہوگا۔ اس دفعہ بھی میں نے بہت کہا کہ آپ جیل ہی سے نقش آغاز لکھ کر بھیج دیجئے مگر وہ اپنی طبیعت آمادہ نہ کر سکے۔ اور کہا کہ ایک تو سنسر شپ کی ظالم تلوار نے قلم کی آزادی ہی نہیں چھینی بلکہ اُسے قتل کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسے حالات میں کون وقت ضائع کرے۔ دوسری بات یہ کہ حالات اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں اور تحریک کی رفتار اپنی منزلِ مقصود کیطرف اتنی تیز ہے کہ ہر صبح اور ہر شام احساسات اور جذبات کے نئے نئے موڑ سامنے آرہے ہیں۔ ایسے حالات میں کون سے نقطہ پر جم کر اظہار خیال کیا جائے۔ اس بناء پر میں نے چاہا کہ الحق کے پیارے قارئین سے اس خط کے ذریعہ مخاطب ہو کر کچھ نہ کچھ باتیں کی جائیں اور ہری پور کی وہ اسارت گاہ جو آج تحریک نظامِ شریعت کے طفیل حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ اور دیگر علماء و مشائخ، اہل علم و قلم ارباب زہد و تقویٰ، زعماء ملک و ملت سیاستدان اور وکلاء اور سیاسی پارٹیوں کے جان نثار لیڈروں اور ورکروں کا ایک عظیم الشان کیمپ بنی ہوئی ہے قارئین کو بھی اسکی کچھ جھلکیاں دکھا دی جائیں۔ ہمارے بہت سے قارئین جو پچھلے کئی ماہ سے الحق کی اشاعت میں بے قاعدگیوں سے اکتا چکے ہیں اور نقش آغاز سمیت اسکے کئی سلسلوں کے ٹوٹ جانے سے شکوے شکایات کر رہے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ گذشتہ، جنوری سے لیکر اب تک الحق کے ایڈیٹر اور اس کا برائے نام سٹاف جو ایک دو افراد سے عبارت ہے، کتنے ہنگامی اور بحرانی حالات سے دوچار رہا۔ ایسے حالات میں پرچہ کا زندہ رہنا بھی قارئین کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ ادارۂ الحق کسی معیاری کاتب کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھنے سے قاصر ہے اس لئے اکوڑہ سے دور نوشہرہ میں رہائش پذیر ایک جزوقتی کتابت کا کام کرنے والے کاتب کی رہائش گاہ کے چکر مہینہ میں کئی بار کاٹنے پڑتے ہیں کہ الحق کی کتابت مکمل ہو سکے۔ دوسری طرف جناب ایڈیٹر الحق جو دارالعلوم حقانیہ کے انتظامی امور کے علاوہ تدریس کی ذمہ داریوں کے ساتھ علاقہ کے بیشمار مسائل اور پھر مہمانوں کی ہر وقت آمد و رفت اور استفسار وغیرہ گوناگوں مصروفیات میں گھرے رہتے ہیں اور اسی بھاگ دوڑ میں بعض

اوقات ایڈیٹر صاحب اپنے سفر کے دوران ایک ایک اور آدھے آدھے صفحہ کا مسودہ لکھ کر کاتب کے نام سپرد ڈاک کر دیتے ہیں کہ کسی طرح کتابت کا سلسلہ قائم رہے اور الحق کی اشاعت میں تاخیر نہ ہو۔ کتابت شدہ مضامین کی پروف ریڈنگ زیادہ تر سفر کے دوران ہی کرتے ہیں۔

کتابت کے دشوار گذار مراحل سے گذرنے کے بعد طباعت کیلئے پرچہ اکوڑہ خٹک سے ۴۰ کلومیٹر دور پشاور میں واقع ایک پریس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جہاں طباعت اور بائنڈنگ پر ہفتہ عشرہ سے زیادہ لگ جاتا ہے۔ اس طرح وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ قارئین کا انتظار بھی شدید ہونے لگتا ہے اور شکایتی خطوط کی یومیہ شرح بڑھتی جاتی ہے مگر قارئین کے خطوط کی تلخی ہمارے حوصلوں کو مہمیز کا کام دیتی ہے، کیونکہ ان کا غصہ درحقیقت ان کی محبت اور الحق کے ساتھ دلی لگاؤ کی دلیل ہے۔

پرچہ پریس کے جان گسل ادوار سے نکل کر اکوڑہ خٹک اپنے دفتر پہنچتا ہے جہاں کوئی اتنا بڑا ڈاکخانہ نہیں جس کا سٹاف ہزاروں کی تعداد میں بھیجنے والے پرچہ کو ایک دن میں نمٹا سکے۔ اس وجہ سے الحق سے بھرے ہوئے ڈاک کے بیگ کئی کئی دن نکلتے رہتے ہیں یا پھر ادارہ اپنے طور انتظامات کے تحت ڈاکخانہ کا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ ایک ہی دن میں ترسیل ہو بہرحال ایسی کئی ایک مشکلات جنہیں ایڈیٹر صاحب اور ادارہ حل کرنے میں کوشاں ہیں کی وجہ سے پرچہ کی اشاعت میں تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ بلاشبہ ایسے ناساعد احوال ہیں کہ پرچہ کے وسائل تو کیا محدود سے محدود وسائل بھی نہ ہوں نہ رجال کار ہوں اور نہ ماحول ہو کسی ایسے پرچے کا بارہ سال تک زندہ رہنا بھی اور اسی سج دھج کیساتھ جو روز اول سے تھا کہ اس کا معیار بھی نہ گرنے پایا، محض خداوند کریم کے بے پناہ فضل و کرم کی دستگیری اور اس کے چلانے والے کے نہ ختم ہونے والے جذبۂ جہد و عمل کا نتیجہ ہے ورنہ کتنے لوگ ہیں کہ دو چار سال ہی میں حالات کے سامنے سپر انداز ہو جاتے ہیں۔

الغرض یہ تو بعض ایسی مشکلات تھیں جو اکثر الحق کے ساتھ ساتھ رہتی ہیں، مگر گذشتہ پانچ چھ ماہ تو جس شور اشوری میں گذرے اس میں الحق کی اشاعت میں تاخیر پر جناب ایڈیٹر صاحب اور ادارہ سے شکوہ کرنا بھی ظلم ہے۔

جنوری کی پہلی دہائی میں وزیر اعظم بھٹو نے قومی اسمبلی توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان کر دیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ جنہوں نے دارالعلوم کے تدریسی، علمی اور اپنی روحانی مصروفیات کے ساتھ ضعف اور طویل امراض اور پھر مخصوص طبیعت کی بناء پر اسمبلی کی رکنیت کا کوئی لمحہ بھی طیب خاطر سے نہیں گوارا کیا۔ اور پچھلی مرتبہ ۱۹۷۰ء کے انتخاب کیلئے بھی بڑی مشکل سے اکابر جمعیۃ العلماء اسلام اور عامۃ المسلمین نے بے حد اصرار

پر انہیں آمادہ کیا تھا، اب اسمبلی کے ٹوٹنے کے اعلان سے انہوں نے سکھ کا سانس لیا اور طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی، مگر ادھر آپ پنڈی سے اکوڑہ خٹک تشریف لائے اُدھر چند ہی دن میں پاکستان قومی اتحاد اپنے اجلاس پشاور میں جس سیٹ پر سب سے پہلے متفق ہُوا وہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ہی کی سیٹ تھی۔ اسی وقت حضرت مولانا مدظلہ نے حضرت مفتی صاحب اور دیگر حضرات سے باصرار اپنی معذرت پیش کی، مگر جتنا اصرار بڑھتا گیا اتنا ہی ان حضرات نے اپنے فیصلہ کو حتمی اور ناقابلِ واپسی ہونے پر اصرار کیا پھر حضرت شیخ الحدیث نے اپنے حلقۂ انتخاب کے مخلصین احباب کو جمع کیا۔ ان کے سامنے بھی یہی صورت پیش آئی، آپ حلفاً اپنی مجبوریاں پیش کرتے رہے اور ادھر سے اصرار بڑھتا رہا ادھر بعض لوگوں نے مولانا مدظلہ کے ضعف اور معذرت کو دیکھ کر جناب ایڈیٹر صاحب کا نام پیش کیا مگر وہ اپنے لئے بھی اور حضرت مولانا مدظلہ کے لئے بھی اس انتخابی سیاست میں مزید الجھ جانے کو پسند نہیں کرتے تھے کہ دونوں صورتوں میں انتخابی سیاست کی خار دار جھاڑیوں سے الجھنا اور اسے عبور کرنے کا مشکل کام ایڈیٹر صاحب ہی کو انجام دینا پڑتا ہے۔ اور وہ اپنے تعلیمی، تدریسی اور تصنیف و تالیف اور صحافت کے مشاغل کو انتخابی ہنگاموں اور سیاسی جھمیلوں پر ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ سے ایک رات قبل جمعیۃ کے بعض اکابر نے آکر انتہائی عجز و الحاح سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو کاغذات داخل کرنے پر مجبور کر دیا کہ اسمبلی میں آپ کے بابرکت وجود سے نفس موجودگی بھی خیر و برکت کا باعث ہوگی اور کسی مسئلہ میں اسلام کے لئے آپ کا ہاتھ اٹھانا بھی کافی ہوگا ـــ مقابلہ میں اس وقت کے صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اور حکمران پارٹی کے صوبائی صدر جناب نصر اللہ خان خٹک تھے، جو ۱۹۷۰ء میں بھی مولانا مدظلہ سے ہار چکے تھے اور اب جیسا کہ معلوم ہوا ہے وہ اپنے چیئرمین بھٹو صاحب سے مجبور تھے اور اضطراراً انہوں نے حضرت شیخ الحدیث سے مقابلہ کے مرگِ مفاجات کو قبول کیا۔ اس وقت حکمران پارٹی بظاہر اپنے عروج کے انتہا پر تھی، بھٹو صاحب خود بھی بلامقابلہ آئے اور ان کے چاروں وزراء اعلیٰ کے لئے بھی یہی پالیسی طے ہوئی کہ پارٹی کے کسی وزیر اعلیٰ کی شکست کی صورت میں حکمران پارٹی کی ساکھ کو بین الاقوامی طور پر نقصان پہنچتا ہے۔ بہرصورت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے تو کاغذات داخل کر دیئے، آگے انتخابی معرکہ کارزار کو سر کرنا اور اس کی دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کرنے کا کام تو چار و ناچار مولانا سمیع الحق صاحب کے گلے پڑنا تھا، مرتا کیا نہ کرتا، اب وہ کمر ہمت باندھ کر اتنی ہی شدت سے انتخابی معرکوں میں کود پڑے جس شدت سے حریف سے مقابلہ تھا، حریف ہر طرح سے اسلحہ سے لیس تھا، صوبائی حکومت کا سربراہ اور مرکزی حکومت کا نمائندہ ہی نہیں بلکہ چہیتا، لاکھوں کے فنڈ اور سرکاری وسائل ان کے پاس اور اس بیدردی سے حریف نے ان وسائل سے فائدہ اٹھایا کہ اخبار نوائے وقت (۱۹ر فروری) کے بقول حلقۂ انتخاب

کے کسی ایک چھوٹے سے قصبہ کے جلسہ کیلئے ایک سو بیس ٹرک پکڑے گئے۔ سرکاری محکموں کی جیپ اور گاڑیاں الگ مخالفت میں شب و روز دوڑ رہی ہیں، ادھر انتظامیہ۔ اے سی اور ڈی سی، آئی جی سے لے کر کمشنر اور گورنر تک حریف کی کامیابی میں حیران و سرگرداں (مولانا مدظلہٗ کے جعلی واپسی کے کاغذات داخل کرنے اور بھگتانے میں بھی ان سب لوگوں نے حریف کے لئے آلہ کار ہونے کا فریضہ انجام دیا۔) حریف امیدوار نے پشاور کا وزیر اعلیٰ ہاؤس چھوڑ کر نوشہرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ کئی ٹیلیفون لائنیں لگ گئیں۔ پولیس کے بڑے بڑے افسر تحصیل نوشہرہ کے مفلوک الحال اور پسماندہ بستیوں میں جا جا کر غریب لوگوں کو دھونس سے وزیر اعلیٰ صاحب کو کامیاب کرنے کے احکام نافذ کرتے خود وزیر اعلیٰ صاحب انتخابی مہم میں جہاں بھی جاتے ہسپتالوں، سڑکوں، سکولوں، آبنوشی، بجلی، صحت تعلیم کے منصوبوں کے ہوائی طومار باندھتے، ان دنوں مشہور تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب گاڑی میں اپنے ساتھ فیتہ اور چونا بھی رکھتے ہیں، اور جہاں کسی گاؤں میں لوگوں کا مطالبہ سنا یا کسی ضرورت کا احساس ہوا تو وہیں فیتہ سے کوئی زمین ناپ کر چونے سے نشان لگوا لیتے کہ یہی سکول اور ہسپتال ہے، بس صرف بننے کی دیر ہے۔ اس ضمن میں وزیر اعلیٰ صاحب نے پبی کے نواحی دیہات کے ایک دن کے دورے میں جن منصوبوں اور ترقیاتی سکیموں کا دیہاتی باشندوں کے سامنے اعلان کیا ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کیلئے کم از کم دس کروڑ روپے درکار تھے، یہ نہ ہو سکتا تھا نہ ان وعدوں کے پیچھے تکمیل کا کوئی داعیہ تھا، مگر دیہاتی باشندوں کو کسی طرح مولانا مدظلہٗ سے کاٹ کر ووٹ حاصل کرنے کی ہر وہ سعی جو حریف امیدوار کر سکتا تھا اس نے اس میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ بہر حال ایسے حریف سے مولانا سمیع الحق صاحب جو ساری انتخابی مہم کے انچارج تھے کو تحصیل کے مخلص بے لوث ورکروں رضا کاروں اور حضرت مدظلہٗ کے فدائیوں سے نمٹنا پڑا جب کہ خود مولانا کے پاس ایک دو ٹوٹی پھوٹی گاڑیوں کے علاوہ ایک جیپ تک نہیں تھی۔ اور یہ تو بعد کی باتیں ہیں ——— کاغذات نامزدگی سے لیکر کاغذات کی واپسی ۲۹ جنوری تک وہ کیا کچھ تھا جو حریف نے حضرت مدظلہٗ کو راستہ سے ہٹا کر خود بلا مقابلہ منتخب ہو جانے کیلئے نہ کیا۔ حضرت مدظلہٗ تو علالت کی وجہ سے گھر ہی میں رہے اور ان لوگوں سے بالکل پس پردہ جن کی ذات بابرکات وزیر اعلیٰ اور اس کے حواریوں کی رسائی بھی نہ ہو سکی مگر ان دنوں تحریص و ترغیب اور ڈرانے دھمکانے کی کوئی ایسی صورت نہ تھی جس سے براہ راست مدیر صاحب کو گذرنا نہ پڑا ہو، عموماً یہ حملے رات کو ہوتے تھے اور دن کو بھی تعاقب جاری رہتا تھا ——— مرکز میں وزارت، سینٹ کی ممبری، صوبائی ممبری، دارالعلوم کو موجودہ معیار سے دس گنا ترقی دینے کے نام سے "اسلام کی دردمندی" کے لبادہ میں طول طویل رقومات کی پیشکش، علی ہذا القیاس۔ مگر ایڈیٹر صاحب ایجنٹوں کی کوئی بات سنے بغیر ہی ایک خندہ استہزاء سے ان کے ظرف اور ذہنیت کے پرخچے اڑا دیتے اور کہتے کہ اللہ کے بندو مسئلہ کسی ایک سیٹ کا نہیں یہ تو شاہ ولی اللہؒ سید شہیدؒ اور شیخ الہندؒ کی تحریک ہے،

مجدد الف ثانی کا دیا ہوا درس ہے، اسکی کوئی قیمت دنیائے حقیر کی منڈی میں لگائی ہی نہیں جا سکتی۔ پھر دھمکیوں پر بات آجاتی یعنی دارالعلوم کو اصطبل بنانے (نعوذ باللہ) اور قتل و قتال کے امکانات، مگر آپ کہتے کہ کوئی بات نہیں اب تو حضرت شیخ الحدیث کے گھر کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اور سب سے چھوٹا بچہ راشد (مدیر الحق کے فرزند) بھی اس راہ میں لگ جائیں تو زہے نصیب۔ پھر جرگوں کی بات ہوتی کہ ہم ملک کے معزز ترین افراد بشمول چیئرمین بھٹو صاحب کا جرگہ مولانا کے سامنے لائیں اور مولانا مدظلہ دستبردار ہو جائیں۔ یہ سب حربے ناکام ہوئے اور حریف ہر لحاظ سے اپنے آپ کو مقابلہ کے میدان میں ہارنے لگا۔ تو ۲۸ جنوری کو بعجلت تمام نہایت ناقص منصوبہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے "وزیر اعلیٰ صاحب" کے حق میں دستبردار ہونے کے کاغذات داخل کرادئے، ریٹرننگ آفیسر اے سی صاحب نوشہرہ بھی ان کے چشم و ابرو کے اشارہ پر چلنے والے وکیل بھی اور گواہ بھی ان کے انتخابی ورکر خود ہی منصف خود ہی گواہ۔ ۲۹ جنوری کو صبح سویرے فون کی گھنٹی بجی، ایڈیٹر صاحب نے ریسیور اٹھایا۔ پنڈی سے ایک جان نثار چیخ رہا تھا کہ اخبارات اور ریڈیو سے مولانا مدظلہ کی دستبرداری کا اعلان کیسے ہوا۔ یہ اس دن کے اخبارات کی ہیڈ لائن تھی اور انہی سرخیوں کو پشاور ریڈیو نے صبح صبح نشر کر دیا تھا۔ یہ اطلاع ایک بم سے کم نہ تھی دشمن نے ہر طرح ناکامی دیکھ کر دجل و فریب کی آڑ لی تھی اور اس کا نشانہ بھی اب حضرت مولانا مدظلہ سے زیادہ بے چارے ایڈیٹر الحق ہی بننے والے تھے، خیالات اور دلوں کی دنیا پر کسی کا پہرہ ہوتا نہیں، اب جتنے منہ اتنی باتیں اور باتیں نہ سہی تو دل و دماغ تو ہر طرح کے خیالات کو ہضم کر سکتے ہیں۔ مگر ایڈیٹر صاحب نے اللہ کا نام لیکر لحاف دور پھینک دیا اور اس شدت سے آخر تک اس دجل و فریب کا دو ہفتے تک دن رات ایک کر کے مسلسل تعاقب کیا کہ جب تک اسلام آباد کے الیکشن کمیشن کے آڈیٹوریم ہال میں اس پر فریب جعلسازی کے پرخچے نہیں اڑائے اس وقت تک دم نہ لیا۔ اسی دن حضرت مفتی محمود صاحب پشاور میں تھے، یہ خبر سنتے ہی صبح صبح نوشہرہ پہنچے حضرت شیخ الحدیث نے فوراً تردیدی بیان جاری کیا، مجمع میں تردیدی تقریر کی، حضرت مفتی صاحب نے پشاور میں پریس کانفرنس بھی کی، مدیر صاحب نے اسی دن وزیر اعظم اور الیکشن کمشنر کو تار دئے۔ الیکشن کمشنر سجاد صاحب سے فون پر حضرت مفتی صاحب نے بات کی یہ سب تفصیلات اخبارات اور رسائل میں آتی رہی ہیں۔ یہاں تک کہ مولانا مدظلہ کیساتھ اس فریب کاری کی گونج بی بی سی اور وائس آف امریکہ، ریڈیو جرمنی سے بھی سنائی دی ـــــ۔

کیس چیف الیکشن کمشنر کے پاس گیا، نہایت مختصر وقت میں کیس کی دستاویزی تیاری اور ۵-۵ فائل مکمل کرانے کا چیف صاحب نے دوسرے دن تک داخل کرانے کا حکم صادر کیا اور اب ایڈیٹر صاحب کو ایک نئے تجربہ (عدالت، کچہری، وکلاء وغیرہ) سے دوچار ہونا پڑا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو ایک دوست کی جگہ ٹھہرا کر آپ نے ۲۴ گھنٹے میں کیس کی تیاری کا معرکہ بھی سر کر لیا۔ دوسرے دن ۴ بجے تک کئی سو بیانات حلفی فوٹو سٹیٹ اخبارات کے تراشے اور مدلل دعویٰ بنام وزیر اعلیٰ کے فائل تیار ہو گئے خدا نے بھی ہر طرح مدد فرمائی ایڈیٹر صاحب نے احتیاطاً

اسے کسے بروہی صاحب (جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے دل وجان سے معتقدین میں سے ہیں) سے بھی کراچی فون پر بات کی، انہوں نے فرمایا کہ میں کل راولپنڈی میں ہوں گا، انٹرکانٹینینٹل میں ملئے، دوسرے دن انہوں نے حالات سنے تو حضرت کے تعلق کیوجہ سے آبدیدہ ہوگئے اور ایڈیٹر صاحب کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے اوپر کافی دیر تک لگائے رکھا۔ حاضرین مجلس سے کہہ رہے تھے کہ دیکھئے کیسے کیسے لوگ ان حالات کا شکار ہوگئے۔ اب اور دل کی کیا بات کی جائے۔ پھر مدیر صاحب سے کہا کہ اس کیس کا یہاں عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ نہ ہوا تو میں اسے خود آگے عدالت میں لیکر جاؤں گا۔ اور مولانا مدظلہٗ سے کہئے کہ "آپ کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پورا اختیار دیا ہے اگر ضرورت سمجھیں تو جب چاہیں بلائیں۔ مجھے حکم دیں میں آجاؤں گا"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الیکشن کمیشن میں پیش ہوا۔ جناب سجاد احمد جان چیف الیکشن کمشنر عبدالحفیظ سمن جسٹس سعد سعود جان پر مشتمل کمیشن کے سامنے حضرت شیخ الحدیث پیش ہوئے، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ترین عدالت میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے اپنے اساتذہ حضرۃ مدنیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ جیسے بزرگوں کی سنتوں کی تعمیل کروائی کہ عمر کے آخری ادوار میں عدالتوں کے مراحل سے بھی دین کے لئے گذریں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کو حق تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی جن ظاہری انوار و علامات سے بھی نوازا ہے اور خدائی ہیبت وہ یہاں بھی کام آئی جناب چیف الیکشن کمشنر نے سماعت شروع ہونے سے قبل نہایت ادب واحترام سے مولانا مدظلہٗ کو مخاطب کیا اور فرمایا آپ کرسی پر آرام سے تشریف رکھ کر کارروائی میں حصہ لیں کارروائی شروع ہوئی جو ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہی، مولانا مدظلہٗ کے وکیل جناب بشیر احمد انصاری تھے اور اعزازی طور پر جناب سینیٹر اور بیرسٹر ظہور الحق بار ایٹ لاء اور دیگر وکلاء بھی آخر تک موجود رہے، مخالف فریق اپنے طور پر اعلیٰ سے اعلیٰ وکلاء کو لاچکے تھے، یہاں حق وصداقت ایسا نمایاں رہا کہ الیکشن کمیشن کے سربراہ سمیت دیگر ارکان خود مولانا مدظلہٗ کے گویا وکیل بن گئے مخالف فریق کے بے سروپا جرحوں کا خود چیف صاحب نوٹس لیتے رہے اور ڈانٹتے رہے پھر خود حضرت شیخ الحدیث نے جس سادے اور مؤثر مختصر جوابات دئے اس سے بھرے ہوئے ہال میں داد وتحسین کی آوازیں گونجنے لگ جاتیں اس کارروائی کا کچھ نہ کچھ حصہ اخبارات میں شائع ہوا تو کمیشن کے فیصلہ دینے سے قبل بھی جس نے اسے پڑھا اس نے یہی کہا کہ اب رسمی اعلان باقی ہے۔ مولانا مدظلہٗ کو خدا نے اس کیس میں فتح دی، حق واضح ہوگیا۔ آگے فیصلہ جو بھی ہوا کہ چیف الیکشن کمشنر نے ایک اہم پریس کانفرنس بلا کر اس مقدمہ میں مولانا مدظلہٗ کو حق بجانب قرار دینے کا اعلان کیا اور مولانا کے نام پر دالپسی کے کاغذات کو جعلی اور غیر قانونی قرار دیا اور وزیر اعلیٰ صاحب کو بادلِ نخواستہ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ مقابلہ پر مجبور ہونا پڑا جو خود الیکشن کے دوران اپنی دینی بے احتیاطی، کم علمی یا جذبات میں مغلوب ہو کر بےشمار لوگوں کے سامنے یہ کہتے پھرتے رہے کہ میں کیسے مقابلہ کروں اور جبکہ "نعوذ باللہ" میرے مقابلہ میں تو پیغمبر کھڑا ہوگیا ہے ۔ ۔ ۔ چیف الیکشن کمشنر کیطرف سے شیخ الحدیث مدظلہٗ

باقی صفحہ ۵۹ پر